رسالہ
الرمز المرصف فی بیان الحلیة المزیف
آرٹیفشل (Artificial) جیولری
کے جواز کا ثبوت
از قلم:
عبدہ المذنب
مولانا مفتی محمد راشد القادری
باہتمام
علامہ مولانا مفتی عبدالحلیم صدیقی ہزاروی
ناشر
صدیقی پبلشرز، کراچی

تقریظ

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالحلیم صدیقی ہزاروی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث والتفسیر دارالعلوم غوثیہ

نحمدہ' و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد! تحریر دل پذیر جوکہ آرٹیفشل جیولری کے استعمال کے جواز میں ہے، بعض مقامات پر بغور مطالعہ کیا، عورتیں سونا، چاندی کے علاوہ دیگر دھات کے زیوارت استعمال کرتی ہیں اس کے جواب پر تحقیق قرآن وسنت ومستند تفاسیر کے حوالہ جات و اقوال فقہاء کرام کی روشنی میں کی گئی ہے، یہ محترم فاضل نوجوان ابورضا محمد راشدالقادری العطاری نہایت محنت گو ہے، میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیّدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد عبدالحلیم خادم دارالعلوم غوثیہ

سابقہ سبزی مارکیٹ نزد عسکری پارک کراچی ۵

تقریظ

استاذ الحدیث جمیل احمد نعیمی مدظلہ العالی

الحمد الذی لہ الاسماء الحسنی والصلوٰۃ والسلام علی سیّدنا محمد ذی المقام الاسنی

و علی الہ التقی و اصحابہ التقی الی یوم الجزاء

مخدوم ومحترم العالم الجسیم والفاضل الفہیم الشیخ محمد عبدالحلیم الصدیقی حفظ اللہ القوی کے زیر شفقت تربیت پانے والے دارالعلوم غوثیہ (سبزی منڈی کراچی) کے مفتی علامہ ابورضا محمد راشد القادری العطاری زیدمجدہ الکریم نے خواتین کے سلسلہ میں سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں سے بنے ہوئے زیورات کے استعمال کے جواز پر یہ مختصر رسالہ تحریر فرمایا۔ مولائے رحیم جل جلالہٗ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صَدَقے موصوف کی اس سعی کو قبول اور مشکور اور ماجور فرماتے ہوئے مزید تحقیقی اور علمی کاموں کے سلسلے میں توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بندوں اور غلاموں کی سہولت اور آسانی کے پہلوؤں پر عمل پیرا ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی تو اس سے کیوں نہ استفادہ کیا جائے، مولائے کریم کا ارشاد ہے، و ما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج:۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے، یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (البقرۃ:۱۸۵) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دُشواری نہیں چاہتا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے، الدین یسر ترجمہ: دین آسان ہے۔

نیز دوسری جگہ زبان فیض ترجمان نے ارشاد فرمایا، عن ابی موسی قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا بعث احدا من اصحابہ فی بعض امرہ قال بشروا ولا تنفروا و یسروا ولا تعسروا متفق علیہ

ترجمہ: ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو کسی کام سے بھیجا تو فرمایا کہ خوشخبری دو منافرت نہ پھیلاؤ، دین میں آسانی دو تنگی نہ کرو۔ (مشکوٰۃ شریف، الفصل الاوّل، باب ماعلی الولاۃ من التیسیر ،ص۳۲۳)

ان ہی قواعد وضوابط کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارے فقہاء کرام اور راسخون فی العلم نے حوادث ونوازل (جدید مسائل) کا استنباط استخراج فرمایا، بالخصوص اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، ولی نعمت، مجدد دین وملت احقر کے دادا پیر الحافظ القاری الامام الشاہ احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی علیہ رحمۃ الرضوان نے بالخصوص فتاویٰ رَضَویہ اور بالعموم دیگر بے شمار کتابوں میں اس کی مثالیں اور نظیریں پیش فرمائی ہیں، کیونکہ جہاں شریعتِ مطہرہ نے نرمی اور رُخصت کا پہلو رکھا ہے اس سے اُمتِ مسلمہ کو فائدہ اٹھانا چاہئے، یہی حکم شریعت اور صاحبِ شریعت نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ومنشا ہے۔ احقر ان ہی چند سطور پر اکتفاء کرتے ہوئے عزیزم علامہ ابورضا محمد راشد القادری العطاری زیدمجدہ القوی کیلئے دعا گو ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب رؤف رَّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل موصوف کو ذہن وقاد، طبع اخاذ اور مزاج نقاد کی دولت سے مالا مال فرماتے ہوئے علم وعمل کی صلاحیتوں سے بھی نوازے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الصّلوٰۃ والسَّلام علیك یا رسول اللّٰہ و علی الك و اصحٰبك یا حبیب اللّٰہ

دارالافتاء دارالعلوم غوثیہ

دارالعلوم الغوثیہ پرانی سبزی منڈی محلہ فرقان آباد کراچی

کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) عورتوں کا آرٹیفشل جیولری پہننا کیسا ہے؟ کوئی کہتا ہے کہ (۲) آرٹیفشل جیولری جائز ہے کوئی کہتا ہے کہ ناجائز ہے...... اور کچھ کہتے ہیں کہ صرف انگوٹھی ناجائز بقیہ آرٹیفشل جیولری جائز ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے، ایک شخص نے پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا بات ہے تم سے بت کی بو آتی ہے انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے فرمایا کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو، اسے بھی پھینکا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی ہو۔

آیا اس حدیثِ مبارَکہ سے فقط انگوٹھی کی حرمت ثابت ہے یا دیگر زیورات کی بھی۔ ان میں سے فی زمانہ کس بات پر عمل کیا جائے۔ کیونکہ فی زمانہ عورتیں کثرت کے ساتھ آرٹیفشل جیولری پہنتی ہیں آیا ان کا یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سائلہ...... اُمِ رضا عطاریہ
گلشن اقبال، کراچی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملك الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) عورتوں کیلئے آرٹیفشل جیولری (Artificial Jewellery) کا استعمال مباحات میں شامل ہے اور فقہ کا اہم اصول ہے۔ رد المحتار مع در المختار میں موجود ہے، ان الاصل فی الاشیاء الاباحہ اقول و صرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمھور من الحنفیۃ والشافعیۃ یعنی اصل اشیاء میں اباحت (یعنی مباح ہونا) ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ تحریر میں اس کی صراحت کی گئی ہے کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک احکام میں اصل اباحت (مباح ہونا) ہے۔ (ردالمحتار مع درالمختار، ج ۲ ص ۲۳۴ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قرآن مجید کی سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۱۰۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے...... عَفَا اللّٰہ عنھا مفسر قرآن حضرت امام الحافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معرکۃ الآراء تصنیف تفسیر ابن کثیر میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں، عفا اللّٰه عنها ای مالك بذكره فی كتابه فهو مما عفا عنه فاسكتوا انتم عنها كما سكت عنها و فی الصحيح عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم انه قال ذرونی ماتركتكم فانما اهلك من كان قبلكم كثرة سوالهم و اختلافهم علی انبيائهم و فی الحديث الصحيح ايضا ان اللّٰه تعالیٰ فرض فرائض فلا تضيعوها و حد حدودا فلا تعتدوها و حرم اشياء فلا تنتهكوها و سكت عن اشياء رحمة نسيان فلا تسالوا عنها یعنی وہ جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں تذکرہ نہیں فرمایا یہ وہی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا اس لئے اس بارے میں منشائے اِلٰہی کے مطابق تم بھی خاموش رہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس چیز کے بیان کو میں نے ترک کردیا ہے تم بھی اسے ویسا ہی رہنے دو، تم سے پہلوتو میں کثرت سوال اور انبیاء کرام کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں انہیں ضائع مت کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں انکی پردہ دری نہ کرو اور بعض باتوں سے دانستہ سکوت اختیار فرمایا ہے، یہ محض اس کی مہربانی ہے۔ اسی لئے ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۱۰۷ طبع دار الفکر بیروت)

حدیثِ پاک میں بھی یہ اصول موجود ہے۔ جامع ترمذی میں ہے، عن سلمان قال ثم سئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل اللّٰه فی كتابه والحرام ما حرم اللّٰه فی كتابه و ما سكت عنه فهو مما عفی عنه (جامع ترمذی، ج ۲ ص ۲۰۶ طبع فاروقی کتب خانہ) یعنی حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گھی، پنیر اور پوستین (کھال کی قمیص، چغہ) کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا، جو چیز حلال ہے اسکو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کردیا ہے اور جو چیز حرام ہے اسکو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کردیا۔ اور جن کاموں یا چیزوں سے سکوت فرمایا یہ ان کاموں میں سے ہیں جن پر مواخذہ نہیں یعنی ان کا استعمال مباح ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے تحت حضرت مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں فيه ان الاصل فی الاشياء الاباحة یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج ۸ ص ۵۷ طبع المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اشعۃ اللمعات میں ارشاد فرماتے ہیں، وایں دلیل ست برآنکہ اصل دراشیاء اباحت است یعنی دلیل ہے اس بات پر کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ج ۳ ص ۵۰۶ طبع نوریہ رضویہ سکھر)

امام اہلسنّت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانہ شمع رسالت، مجدد دین وملت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن **فتاویٰ رضویہ** میں ارشاد فرماتے ہیں، اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہرہ سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق، صرف وہی ممنوع و مذموم ہے، باقی سب چیزیں جائز ومباح رہیں گی، خاص انکا ذکر جواز قرآن وحدیث میں منصوص ہو یا انکا کچھ ذکر نہ آیا ہو جو شخص جس فعل کو ناجائز وحرام یا مکروہ کہے اس پر واجب ہے کہ اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے اور جائز ومباح کہنے والوں کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے۔

نصر کتاب **الحجۃ** میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، قال اللّٰہ عزّوجل خلقکم و ھو اعلم بضعفکم فبعث الیکم رسولا من انفسکم و انزل علیکم کتابا وحدلکم فیہ حدودا امرکم ان لا تعتدوھا و فرض فرائض امرکم ان تتبعوھا و حرم حرمات نھاکم ان تنتھوھا و ترک اشیاء لم یدعھا نسیئا فلا تکلفوھا و انماترکھا رحمۃ لکم یعنی بے شک اللہ عزّوجل نے تمہیں پیدا کیا اور وہ تمہاری ناتوانی جانتا تھا تو تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا اور تم پر ایک کتاب اُتاری اور اس میں تمہارے لئے حدیں باندھیں اور تمہیں حکم دیا کہ ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ فرض کئے اور تمہیں حکم کیا کہ ان کی پیروی کرو اور کچھ چیزیں حرام فرمائیں اور تمہیں ان کی بے حرمتی سے منع فرمایا اور کچھ چیزیں اس نے چھوڑ دیں مگر بھول کر نہ چھوڑیں بلکہ اس نے تم پر رحمت ہی کیلئے انہیں چھوڑا ہے تو ان میں تکلف نہ کرو (یعنی مشقت میں نہ پڑو)۔

مولانا علی قاری رسالہ **اقتداء بالمخالف** میں فرماتے ہیں، من العلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ و اما القول بالفساد او الکراھۃ فیحتاج الی حجۃ من الکتاب والسنۃ او اجماع الامۃ یعنی یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا یہ اس بات کا محتاج ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماعِ اُمت سے اس پر دلیل قائم کی جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۶ص۵۲۶، ۵۲۷)

مذکورہ دلائل کی رشنی میں یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ اصل اباحت ہے اور فساد وکراہت کیلئے قرآن یا حدیث یا اجماع اُمت سے دلیل مطلوب ہے اور آرٹیفشل جیولری کی ممانعت کسی نص سے ثابت نہیں۔

دوسری دلیل آرٹیفشل جیولری کے جواز کی یہ آیتِ مبارکہ ہے، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۲۹ میں ہے، خلق لکم ما فی الارض جمیعا یعنی تمہارے نفع کیلئے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا۔ اس آیت مبارکہ میں لام انتفاع کیلئے ہے، سبب اور تعلیل کیلئے نہیں ہے۔ جیسا کہ امام ناصر الدین ابو الخیر عبداللہ بن الشیر ازی البیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے تحت **تفسیر البیضاوی** میں فرماتے ہیں، و معنی لکم لا جلکم و انتفاعکم فی دنیا کم باستنفاعکم اس کے حاشیہ محی الدین شیخ زادہ میں علامہ محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ القوجوی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، (لکم) خصها بالنافعة بناء علی ان اللام فی لکم کما تدل علی الاختصاص تدل ایضا علی معنی النفع کما اشار علیه المصنف رحمة اللّٰه علیه فی قوله اور اسی آیت میں **مافی الارض** کے زیر تحت تفسیر بیضاوی وار اسکے حاشیہ محی الدین شیخ زادہ میں ہے وهو یقتضی اباحة الاشیاء النافعة ۔ فذالك ذهب جماعة من اهل السنّة من الحنفیة والشافعیة منهم الامام فخر الدین الرازی الی ان الاصل فی الاشیاء النافعة هو الاباحة الا ان یدل دلیل سمعی علی خطره فتثبت الحرمة حینئذ (تفسیر البیضاوی ج ا ص ۹۷ طبع قدیمی کتب خانہ) یعنی جمہور فقہاء اور اصولیین نے یہ استدلال کیا ہے کہ احکام میں اصل اباحت ہے مگر جب احکام شرعیہ وارد ہوئے تو بعض فرض ہو گئے اور بعض حرام ہو گئے۔ (مثلاً شراب نوشی پہلے مباح تھی بعد میں ممانعت وارِد ہوئی تو حرام ہوگئی۔ اسی طرح والدین کی اطاعت کرنا مباح تھا، لیکن جب شریعت نے اس کا حکم دیا تو ہر جائز کام میں اطاعت واجب ہوگئی اور جب مشرکوں نے سائبہ، بحیرہ وغیرہ جانوروں کو از خود حرام کر لیا تھا، یہاں تک کہ ان کا دودھ پینا، ان پر سواری کرنا اور ان کا گوشت کھانا سب کچھ حرام کر لیا تھا، ان کی مذمت میں **سورۃ النحل** کی نازِل فرمائیں، ولا تقولوا لِما تصف السنتکم الکذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا علی اللّٰه الکذب انّ الذین یفترون علی اللّٰهِ الکذب لا یفلحون (آیت:۱۱۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

مفسر قرآن حضرت امام الحافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معرکۃ آراء تصنیف **تفسیر ابن کثیر** میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں فقال ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال و هذا حرام لتفتروا علی اللّٰه الکذب ویدخل فی هذا کل من ابتدع بدعة لیس له فیها مستند شرعی اوحلل شیئا مما حرم اللّٰه او حرم شیئا مما اباح اللّٰه بمجرد رایه و تشهیه یعنی اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو از خود بغیر کسی شرعی دلیل کے کوئی بدعت ایجاد کرے یا محض اپنی رائے اور خواہش کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ تعالیٰ کی مباح کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرائے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۵۹۱ طبع دار القلم بیروت)

اسکے علاوہ سورۃ یونس، آیت نمبر ۵۹ میں ہے، قل ارایتم ما انزل اللّٰہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما و حلالا قل اللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اُتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام اور حلال ٹھہرالیا تم فرماؤ کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

اس کے تحت بھی تفسیر ابن کثیر میں ہے، و قد انکر اللّٰہ تعالیٰ علی من حرم ما احل اللّٰہ او احل ما حرم بمجرد الآراء والا ھواء التی لا مستند لھا ولا دلیل علیھا ثم توعدھم علی ذلک یوم القیامۃ فقال وما ظن الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب یوم القیامۃ ای ما ظنھم ان یصنع بھم یوم مرجعھم الینا یوم القیامۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا جو بغیر کسی دلیل کے محض اپنی آراء اور خواہش نفسانی کے باعث اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دے لیتے ہیں، ان لوگوں کو دھمکی دیتے ہوئے فرمایا، و ما ظن الذین یفترون علی اللّٰہِ الکذب یوم القِیامۃ یعنی اور کیا گمان ہے ان کا جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۴۴۲) لہٰذا ان آیا بینات سے واضح ہوگیا کہ کسی چیز کو از خود نا جائز و حرام قرار دینا جائز نہیں جب تک اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی چیز سے منع نہ کریں۔

امام اہلسنّت، ولی نعمت، عظیم البرکت، پروانۂ شمع رسالت، مجدد دین وملت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں، اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔ پھر سورۃ یونس کی مذکورہ آیتِ مبارکہ کے تحت علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ کا قول نقل فرماتے ہیں، لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللّٰہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ والکراھۃ الذین لا بد لھما من دلیل بل فی القول بالا باحۃ التی ھی الاصل یعنی اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اور کراہت ثابت کرے اسلئے کہ ان دونوں کیلئے ضروری ہے بلکہ احتیاط اس کو مباح کہنے میں ہے اسلئے کہ یہی اشیاء میں اصل ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲ ص ۱۸۰ طبع رضا فاؤنڈیشن)

قرآن مجید وفرقان حمید سے صراحۃً ثابت ہے کہ پچھلی اُمتوں میں بھی لوہا، تانبا جائز الاستعمال تھے۔ سورۃ الکھف اور سورۃ سبا میں ان کا ذکر موجود ہے۔ جیسا کہ سورۃ سبا، آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد فرمایا، و النا لہ الحدید اور ہم نے اس کیلئے لوہا نرم کیا۔ حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک میں لوہا موم کی طرح نرم تھا اور آپ اس سے زرا ہیں بناتے تھے اور قرآن مجید میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ لوہے میں ہمارے لئے بہت فائدے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الحدید، آیت نمبر ۲۵ میں ہے، و انزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس یعنی ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آنچ (نقصان) اور لوگوں کے فائدے۔ اس کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نور العرفان میں فرماتے ہیں، منافع سے مراد صنعت وحرفت کے اوزار لوہے سے تیر، تلوار، نیزے، بھالے، بندوق، توپ، گولے بنتے ہیں نیز اس سے ہر کاریگر کے اوزار تیار ہوتے ہیں بلکہ مردہ کا کفن بھی سوئی سے سلتا ہے جو لوہے کی ہے۔

اسی طرح آرٹیفشل جیولری بھی تانبے، پیتل وغیرہ دھاتوں سے تیار کی جاتی ہے اور یہ سب کچھ عورتوں کی زینت کیلئے بنایا جاتا ہے۔ یہاں اس بات کو واضح کر دینا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ فی زمانہ جو جیولری ہمارے ہاں رائج ہے، وہ صرف دو دھاتوں پیتل (Brass) اور تانبا (Copper) کو ملا کر بنائی جاتی ہے، جہاں تک ہم سے ہوسکا ہم کراچی کے مختلف کارخانوں میں گئے اور وہاں کے مالکان (Owners) اور کاریگروں (Workers) سے ملے ان سے معلومات حاصل کی، تو تمام کا اس پر اتفاق پایا کہ یہ جیولری دو دھاتوں کو ملا کر بنائی جاتی ہے، اس کو کاروباری حضرات منجوس اور عوام اس کو آرٹیفشل جیولری اور امیٹیشن (Imitation Jewellery) کہتے ہیں۔ بعض لوگ ان میں فرق سمجھتے ہیں جب کہ لغوی اعتبار سے یہ ہم معنی ہیں، یہ نقلی اور مصنوئی زیوارت کہلاتے ہیں یعنی سونے چاندی، ہیرے جواہرات کی نقل کی جاتی ہے۔ انگریزی میں مصنوعی یا نقلی اشیاء کو Fabricated, Artificial اور Imitation کہتے ہیں، یعنی Not origination naturally made in imitation of some thing اور ان پر نکل (Nickel) کی پالش کی جاتی ہے جس سے ان میں چمک (Shining) آجاتی ہے، نکل کا معنی فیروز اللغات میں ایک قسم کی سفید دھات جس کی جلا (چمک، صیقل) دوسری دھاتوں کے سامان پر کی جاتی ہے۔ (۱۴۴۱ طبع فیروز سنز) نکل اصل میں (Hard silvery metal) کہلاتا ہے اور بعض آرٹیفشل جیولرز نے کہا کہ اس پر گلٹ کیا جاتا ہے، گلٹ کہتے ہیں سونے کا پانی چڑھانا، ملمع کرنا۔ ملمع بھی دو طرح سے کیا جاتا ہے ایک فقط سونے یا چاندی کا پانی چڑھا دیا جاتا ہے اور دوسرا سونے یا چاندی کے پتر (پتلے ٹکڑے) چڑھا دیئے جاتے ہیں، اس کو انگریزی میں گلڈ (Gild) یعنی Cover with a thin layer gold کہا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں تو مطلقاً جائز ہے جیسا کہ رد المحتار اور فتاویٰ عالمگیری اور دیگر کتب فقہ میں صریح جزئیات موجود ہیں اس کا ذکر ہم آگے انگوٹھی کی بحث میں کریں گے۔

قرآن پاک میں سورۃ الزخرف، آیت نمبر ۱۸ میں ہے، او من ینشا فی الحلیۃ یعنی اور کیا وہ جو گہنے (زیور) میں پروان چڑھے۔ اس کے تحت حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں، یعنی جو زیوارت میں پروان چڑھتی ہے تو اس سے مراد عورتیں ہیں کیونکہ ان کا حسن صورت میں منحصر ہوتا ہے اور زیوارت سے آراستہ ہوتی ہیں تا کہ حسن بڑھ جائے۔ (تفسیر مظہری، ج ۸ ص ۳۵۱ طبع ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

اور امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الباری تفسیر کبیر میں اس کے تحت ارشاد فرماتے ہیں، دلت الایۃ علی ان التحلی مباح للنساء وانہ حرام للرجال یعنی اس آیت سے ثابت ہوا کہ زیور عورتوں کیلئے جائز ہے اور مردوں کیلئے حرام ہے۔
ان آیات سے معلوم ہوا کہ مطلقاً عورتوں کو زیور پہننے کی اجازت ہے۔ اسی لئے علمائے کرام نے لوہا، تانبا، پیتل، سیسہ، کانچ، قیمتی پتھر، ہڈی وغیرہ کے زیورات پہننے کی اجازت دی ہے بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں تو لوہا، تانبا، یا اس کے مثل کوئی دھات، پیتل وغیرہ کے دھاتوں کے بنے ہوئے زیورات پہننے کے جواز پر صریح جزئیہ موجود ہے۔ لا باس للنساء بتعلیق الخرز فی شعورھن من صفر او نحاس او شبہ او حدید و نحوھا للزینۃ والسوار منھا ولا باس بشد الخرز علی ساقی الصبی او المھد تعلیلا لہ کذا فی القنیۃ یعنی اگر عورت زینت کیلئے اپنے بالوں میں پیتل یا تانبے یا اس کے مثل کوئی دھات یا لوہے وغیرہ کی چٹیا (پراندہ) بنا کر بالوں میں لٹکائے یا ان چیزوں کے کنگن پہنے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر بچہ کی پنڈلیوں میں باندھے یا اس کے بہلانے کو اس کے گھوارہ میں باندھ دے تو بھی مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج ۵ ص ۴۳۹ طبع قدیمی کتب خانہ)

اس عبارت میں عورتوں کیلئے ان دھاتوں کے استعمال کا جواز دو وجوہ سے ثابت ہوا۔

اوّلاً پہنے اور لٹکانے کا صراحت کے ساتھ ذکر موجود ہے اور چونکہ زیورات کا استعمال دو طرح کا ہوتا ہے، بدن کے کسی حصہ پر لٹکانا یا کسی حصہ میں پہننا اور پہننے میں لپیٹنا یا باندھنا دونوں شامل ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ برہان الدین ابو الحسن علی ابن ابی بکر الفرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ھدایۃ شرح بدایۃ کی فصل فی الوطی والنظر والمس میں اس آیت مبارک ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن کے تحت فرماتے ہیں، والمراد واللہ اعلم مواضع الزینۃ وھی ماذکر فی الکتاب ویدخل فی ذلک الساعد والاذن والعنق والقدم لان کل ذلک مواضع الزینۃ یعنی جن جگہوں پر زیوارت پہنے جاتے ہیں وہ یہ ہیں...... کان، کلائی، گردن، قدم۔ اسکے حاشیہ میں فرمایا، والاذن موضع القرط والعنق والصدر والثدی مواضع الدمادج والساعد موضع السوار والساق موضع الخلخال والکف موضع الخاتم یعنی کان بالی پہننے کی جگہ ہے، گردن، سینہ، چھاتی، ہار گلوبند پہننے کی جگہ، کلائی کنگن پہننے کی جگہ، پنڈلی پازیب پہننے کی جگہ اور ہتھیلی یعنی اُنگلیاں انگوٹھی پہننے کی جگہ ہیں۔ (ہدایۃ آخرین، ص ۴۶۲ طبع مکتبہ رحمانیۃ) بدن کے ان مختلف اعضاء پر زیوارت پہنے بھی جاتے ہیں اور لٹکائے اور باندھے بھی جاتے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ جب ان دھاتوں کی اشیاء کا عورت کو بالوں میں لٹکانا جائز ہے تو پہننا بھی جائز ہے کیونکہ لٹکانا پہننے کے مشابہ ہے۔
جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، ان التعلیق یشبه اللبس (ج۹ص۵۸۴ طبع مکتبہ رشیدیہ)
لہٰذا معلوم ہوا کہ ان دھاتوں کے زیوارت کا پہننا، لپیٹنا، باندھنا یا بالوں وغیرہ میں لٹکانا جائز و مباح ہیں اور ہر وہ مباح کام جو اچھی نیتوں کیساتھ کیا جائے تو شرعاً بھی اچھا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں، مسی لگانی کہ عورتوں کو مباح ہے اور اگر شوہر کیلئے سنگار کی نیت سے لگائے تو مستحب کہ یہ نیت شرعاً محمود ہے۔ (ج۲۳ص۴۸۳)
فتاویٰ رضویہ میں ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے عورتوں کیلئے کانچ کی چوڑیوں سے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا، جائز ہے لعدم المنع الشرعی یعنی کوئی مانع شرعی نہ ہونے کی وجہ سے۔ بلکہ شوہر کیلئے سنگار کی نیت سے مستحب، وانما الاعمال بالنیات اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ بلکہ شوہر یا ماں باپ کا حکم ہو تو واجب۔ لحرمة الحقوق والوجوب طاعة الزوج فیما یرجع الی الزوجیة یعنی اس لئے کہ والدین اور شوہر کی نافرمانی حرام ہے اور شوہر کی فرمانبرداری بسلسلہ حقوق زوجیت واجب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ج۲۲ص۱۱۵ طبع رضا فائنڈیشن)
اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہڈی کی انگوٹھی پہننے کو جائز کہا۔ التختم بالعظم جائز (ج۵ص۴۱۴) اصول الشاشی میں فقہ کا اصول لکھا ہے المطلق یجری علی اطلاقه مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ (اصول الشاشی ج۱ص۳۳ طبع دارالکتاب العربی)
درحقیقت یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں ہیں جن کو بندوں کے فائدے کیلئے نکالیں۔ جامع ترمذی کے باب الادب میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ان اللّٰہ تعالیٰ یحب ان یری اثر نعمته علی عبده یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے کسی بندے پر آثار نعمت دیکھے۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ اس حدیث مبارک کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: حسنـــه۔ یعنی اس حدیث کی تحسین فرمائی۔ (جامع ترمذی ج۲ص۱۰۵ طبع امین کمپنی دہلی) ان نعمتوں میں سے لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ بھی ہیں جن کو بندوں نے اللہ ہی کی دی ہوئی عقل سے ایک خوبصورت انداز میں ڈھال کر زیور کی صورت میں تبدیل کر دیا اس سے کئی اللہ کی ان باندیوں کی لاج رہ گئی جو غربت کی وجہ سے سونا، چاندی کے زیوروں کے استعمال کی استطاعت نہیں رکھتیں اور ان کی خواہشوں کی تکمیل کا آسان ذریعہ مہیا ہو گیا۔ لہٰذا جب تک ان نعمتوں کے استعمال کی ممانعت نص سے ثابت نہ ہوا سے ناجائز وحرام نہیں کہا جا سکتا ہے۔

سورۃ الاعراف میں اللہ عزوجل کا فرمان مبارک ہے، قل من حرم زِینۃ اللّٰہ التی اخرج لِعبادہ (آیت نمبر۳۲) یعنی تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کیلئے نکالی۔

اس آیت مبارکہ کے تحت احکام القرآن للجصاص میں ہے، قل من حرم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق یحتج بجمیع ذلک فی ان الاشیاء علی الاباحۃ ممالا یحظرہ العقل فلا یحرم منہ شئی الا ما قام دلیلہ (احکام القرآن للجصاص، ج۱ص۳۳ طبع داراحیاء التراث عربی) اس آیت مبارکہ سے بھی اشیاء میں اصل اباحت ہونے کی دلیل ملتی ہے۔ جب تک کہ حرمت کی دلیل موجود نہ ہو اس وقت تک کسی مباح چیز کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے، قال محمد رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ: وبہ ناخذ مالم نعرف شیا حراما بعینہ و ھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللّٰہ تالیٰ و اصحابہ کذا فی الظھیریۃ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ہم اسی (حلال ہونے یا مباح ہونے) کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کو جان نہ لیں۔ ایسا ہی ظہیریہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج۵ص۳۴۱ طبع قدیمی کتب خانہ)

لہٰذا مرد و عورت کو سونے و چاندی کے علاوہ ہر دھات کی استعمالی اشیاء کی اجازت ہے۔ جیسا کہ لوہے، اسٹیل وغیرہ کے بیڈ، ٹیبل، کرسیاں، پیٹیاں، کاریں، موٹر سائیکل، آلات حرب بندوقیں، توپیں، تلوار، خود، زرہیں، توا، چھری، دیگیں، پتیلیاں، پلیٹیں، چمٹہ، گھڑی اور گھڑی کا چین، زنجیریں، بٹن وغیرہ اسی طرح کی ہزار ہا قسم کی اشیاء مستعملہ بلا روک وٹوک ہر دھات کی استعمال ہو رہی ہیں اور جہاں تک زیوارت کا استعمال کا تعلق ہے تو سونے و چاندی اور ہر دھات کے زیور کا استعمال عورتوں کیلئے تو جائز ہے مگر مردوں کیلئے صرف چاندی کی ایک نگ کی انگوٹھی وہ بھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی، اس کے علاوہ کسی بھی قسم کی دھات کی انگوٹھی، چھلے یا چینیں جو آجکل کے نوجوان گلے یا کلائی میں پہنے نظر آتے ہیں، سب ناجائز اور حرام ہیں کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے اور حدیث شریف میں ایسے پر لعنت فرمائی ہے جیسا کہ سنن ترمذی میں ہے، عن بن عباس قال ثم لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم المتشبھات بالرجال من النساء والمتشبھین بالنساء من الرجال قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت کرتیں ہیں اور ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں۔ امام ابو عیسی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا۔ (سنن ترمذی، ج۵ص۱۰۵ طبع داراحیاء التراث العربی بیروت)

اسی حدیث مبارکہ کے تحت **فیض القدیر** میں ہے، لعن الله المتشبهات من النساء بالرجال فيما يختص به من نحو لباس و زينة و كلام وغير ذالك والمتشبهين من الرجال بالنساء لذلك قال ابن جرير فيحرم على الرجال لبس المقانع والخلا خل والقلائد و نحوها و التخنث فی الكلام والتانث فيه وما اشبه (فیض القدیر، ج ۵ص ۲۷۱طبع المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر) لہٰذا مردوں کو عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے بچنا لازم ہے ورنہ لعنت کے مستحق قرار پائیں گے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی ایسی انگوٹھی، لباس، جوتیاں وغیرہ پہننے کی اجازت نہیں جو مردانہ طرز پر ہے۔

یہ جاننا بھی نہایت ضروری ہے کہ ہمارے کسی بھی فقہائے کرام وآئمہ مجتہدین نے انگوٹھی کے سوا کسی چیز سے ممانعت نہیں فرمائی۔ یہی نظریہ صاحبِ **فتاویٰ نوریہ** حضرت علامہ محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ لیکن یہ ممانعت ایسی نہیں جس پر سب متفق ہوں بلکہ بعض فقہائے کرام نے تو لوہے کی انگوٹھی کے جواز کا مطلقاً حکم ارشاد فرمایا ہے۔ مرد وعورت کی کوئی قید نہیں لگائی، اس کا ذکر مختلف کتب میں موجود ہے۔ جس حدیث سے استدلال کیا وہ **مشکوٰۃ المصابیح** میں ہے، ان النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لرجل التمس ولو خاتما من حديد کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا، تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔

اس حدیث کے تحت حضرت علامہ احمد بن علی بن حجر ابوالفضل العسقلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ الباقی **فتح الباری** میں ارشاد فرماتے ہیں، فالتمس ولو خاتما من حديد استدل به على جواز لبس خاتم الحديد یعنی اس حدیث کے ذریعے لوہے کی انگوٹھی پہننے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ (فتح الباری، ج ۱۰ص ۳۲۳طبع دارالمعرفۃ بیروت)

شرح زرقانی میں ہے، و فيه جواز التختم بالحديد واختلف فيه السلف فاجازه قوم اذلم يثبت النهى عنه و منعه قوم و قالو كان هذا قبل النهى و قبل قوله انه حلية اهل النار یعنی اس حدیث میں لوہے کی انگوٹھی کا جواز ہے اور اس میں اسلاف نے اختلاف کیا، تو ایک گروہ نے جائز کہا جب تک کہ نہی ثابت نہ ہو اور ایک گروہ نے منع کیا۔ (شرح الزرقانی، ج ۳ص ۱۹۷طبع الکتب العلمیۃ بیروت)

شرح النووی علی صحیح المسلم میں ہے، و فی هذا الحديث جواز اتخاذ خاتم الحديد و فيه خلاف للسلف یعنی اس حدیث میں لوہے کی انگوٹھی بنانے کا جواز ہے اور اس میں اسلاف کا اختلاف ہے۔ (شرح النووی علی صحیح المسلم، ج ۹ص ۲۱۳ طبع داراحیاء التراث العربی)

فیض القدیر میں ہے، نھی عن خاتم الذھب ای لبسه واتخاذه للرجال بدلیل خبر ھذ انن حرام علی ذکور امتی حل لاناثھم والنھی عن خاتم الذھب للتحریم و عن الحدید للتنزیه یعنی سونے کی انگوٹھی پہننا یا بنوانا مرد کیلئے منع ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ دو چیزیں حرام ہیں میری اُمت کے مردوں پر اور عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ سونے کی انگوٹھی میں نہی تحریمی ہے اور لوہے کی انگوٹھی میں تنزیہی ہے۔ (فیض القدیر ج۶ ص۳۲۸ طبع المکتبۃ التجاریۃ الکبری)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح** میں فرماتے ہیں، شاید اس فرمان عالی کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی بھی پہننا جائز ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس صحابی سے کیوں فرماتے کہ اپنی بننے والی عورت کے مہر کیلئے لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش کرلو۔ مگر یہ استدلال بہت کمزور ہے۔ (ج۶ ص۱۳۴ طبع ضیاء القرآن)

اگر چہ یہ استدلال کمزور ہے مگر مطلقاً جواز کا بھی احتمال رکھتا ہے کیونکہ کلام مجمل ہے اور اس کلام سے حقیقی مراد معلوم نہیں۔

نورالانوار میں ہے، المراد به اشتباھا لا یدرك بنفس العبارة بل بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم التامل یعنی مجمل کی مراد اس قدر مشتبہ ہوتی ہے کہ نفس عبارت سے معلوم نہ ہوتی بلکہ متکلم سے استفسار پھر طلب اور پھر تامل کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ (نورالانوار ص۹۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور ہم مطلق جواز کے قائل نہیں کیونکہ مردوں کے حق میں صراحت کے ساتھ نص موجود ہے مگر دلائل سے اتنا تو بخوبی واضح ہو گیا کہ عورتوں کے حق میں جواز کا بدرجہ اولیٰ احتمال موجود ہے کیونکہ عورتوں سے متعلق کوئی ممانعت پر کوئی نص موجود نہیں۔

اور مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بعض فقہاء کرام نے مکروہ تحریمی فرمایا بعض نے تنزیہی اور بعض نے تو مطلقاً لوہے کی انگوٹھی کے جواز کا حکم بھی ارشاد فرمایا ہے، تو جب مطلقاً پہننے کے جواز کا استدلال کیا گیا ہے تو اس سے بدرجہ اولیٰ عورتوں کیلئے جواز کا استعمال کرنا جائز ہوا، اور پھر صریح دلالت بھی موجود ہے۔

جیسا کہ **فتاویٰ عالمگیری** میں لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ کے دھاتوں کے بنے ہوئے دوسرے زیورات پہننے کے جواز پر صریح جزئیہ موجود ہے۔ لہٰذا مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ جب عورتوں کے حق میں لوہے کی انگوٹھی کا جواز ثابت ہوتا ہے تو بدرجہ اولیٰ عورتوں کا آرٹیفشل جیولری پہننا بلا کراہت جائز ہوا۔

(۲) عورتوں کا آرٹیفشل جیولری مع انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ انگوٹھی کا ذکر الگ سے اسلئے کیا ہے کہ اگر کسی کے ذہن میں کوئی خدشہ ہو تو وہ بھی دور ہو جائے، اس کا تفصیلی ازالہ آگے کیا جائے گا، کیونکہ خُجَندی میں لوہے، تانبے، پیتل اور سیسے کی بنی ہوئی انگوٹھی کا پہننا مرد و عورت دونوں کیلئے مکروہ لکھا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری (ج ۵ ص ۴۱۳ طبع قدیمی کتب خانہ) اور الجوہرۃ النیرۃ میں خُجَندی کے حوالے سے اور رد المحتار میں الجوہرۃ النیرۃ کے حوالے سے لکھا ہے، التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء (ردالمحتار مع درالمختار ج ۹ ص ۵۹۴ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے، لانہ زی اھل النار کے الفاظ زیادہ ہیں یعنی اسلئے کہ یہ جہنمیوں کا طریقہ ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ ج ۲ ص ۳۶۰ طبع میر محمد کتب خانہ کراچی) اور ساتھ ہی ایسے مسائل بھی مرقوم ہیں جن سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ لوہے وغیرہ کا استعمال مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ بعض صورتوں میں جائز بھی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، لا باس بان یتخذ خاتم حدید قد لوی علیه فضة والبس بفضة حتی لایری یعنی لوہے کی انگوٹھی پر جب چاندی چڑھادی گئی ہو یا ملمع کر دی گئی ہو یہاں تک کہ لوہا نظر نہ آئے تو ایسی انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ (ردالمحتار مع درالمختار، ج ۹ ص ۵۹۵ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہی حکم فتاویٰ عالمگیری، ج ۵ ص ۴۱۴ میں اور حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، ج ۴ ص ۱۸۱ میں، تحفۃ الاحوذی، ج ۵ ص ۳۹۵ طبع دارالکتب العلمیۃ میں ہے، فی زمانہ اسکی وضاحت بہت ضروری ہے کیونکہ علامہ خجندی کے سوا ان دھاتوں کی انگوٹھی کو عورتوں کے حق میں کسی نے مکروہ نہیں کہا۔ جس نے بھی عورتوں کے حق میں ان دھاتوں کی انگوٹھی کو مکروہ لکھا وہ واسطہ یا بلا واسطہ (Direct or Indirect) علامہ خجندی کے حوالے سے ہی لکھا۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

خجندی کی عبارت میں ان دھاتوں کی انگوٹھی کو مکروہ لکھا ہے اور فقہائے کرام مکروہ کا لفظ حرام، تحریمی اور تنزیہی ان تینوں کیلئے استعمال کرتے ہیں...... مثلاً

۱......لفظ مکروہ سے حرام مراد لینے کی مثال

ہدایہ شرح بدایہ میں ہے، و من صلی الظہر یوم الجمعة فی منزلہ والا عذر لہ کرہ لہ ذلك جس نے جمعہ کے دن امام کی نماز سے قبل اپنے گھر میں بلا عذر ظہر کی نماز ادا کی تو یہ اس کیلئے مکروہ ہے۔ (ہدایہ شرح بدایہ، ج ۱ ص ۸۴ طبع المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت)

اور یہی عبارت رد المحتار مع در المختار میں ہے، صرف ان الفاظ کا اضافہ ہے، وجازت صلاتہ و انما اراد حرم علیہ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۳۶ طبع دارالمعرفۃ بیروت) اور شرح فتح القدیر میں اس کی حرمت کی علت یہ لکھی ہے، فالحرمة لترك الفرض (شرح فتح القدیر ج ۲ ص ۵۰ طبع دارالمعرفۃ بیروت) یہاں مکروہ سے مراد حرام ہے جیسا کہ صراحت موجود ہے۔

امام محمد علیہ الرحمۃ کا مکروہ سے حرام مراد لینا

والمروی عن محمد رحمة اللہ نصا ان کل مکروہ حرام الا انہ لما لم یجد فیہ نصا قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام یعنی امام محمد علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے، مگر یہ کہ جب تک اس بارے میں نص قطعی نہ ملے اس پر لفظ حرام کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔ (ہدایہ شرح بدایہ، ج ۴ ص ۸۷ طبع المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت)

حضرت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں، و یسمیہ محمد حراما ظنیا یعنی امام محمد علیہ الرحمۃ مکروہ تحریمی کو حرام ظنی فرماتے ہیں۔ (فتاویٰ شامی، ج ۱ ص ۱۳۱ طبع دارالمعرفۃ بیروت)

۲......لفظ مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد لینا

صاحب بحر حضرت علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم المصری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں، قال ابو یوسف قال لابی حنیفة رحمة اللہ اذا قلت فی شی اکرہ فما رایك فیہ قال التحریم یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا، آپ کسی چیز کے بارے میں اکرہ فرماتے ہیں تو اس میں آپ کی کیا رائے ہوتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، مکروہ تحریمی۔ (بحر الرائق، ج ۱ ص ۱۳۷ طبع دارالمعرفۃ بیروت)

ایسا ہی رد المحتار مع در المختار (ج ۶ ص ۳۳۷ طبع دارالمعرفۃ بیروت) میں ہے۔

امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ القوی اپنی کتاب الحدیقة الندیة کے باب آفات الیدین میں فرماتے ہیں، والکراهة عند الشافعية اذا اطلقت تنصرف الی التنزيهية لا الترحريمية بخلاف مذهبنا یعنی لفظ کراہت مطلق بولا جائے تو شوافع کے نزدیک کراہت تنزیہیہ پر محمول ہوگا اور ہمارے مذہب (احناف) میں تحریمی پر۔ (الحدیقۃ الندیۃ ج ۲ ص ۴۴۰ طبع نوریہ رضویہ فیصل آباد)

۳......لفظ مکروہ سے مکروہِ تنزیہی مراد لینا

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن **فتاویٰ رضویہ** میں ارشاد فرماتے ہیں، ہمارے علمائے کرام کے کلام میں غالباً کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے مگر کلیۃً نہیں بہت جگہ عام مراد لیتے ہیں اور بہت جگہ خاص کراہت تنزیہی، کما لا یخفی علی من تتبع کلا مھم و قد بینه فی البحر الرائق و رد المحتار (ج۲۳ص۶۵۰)

مکروہ سے تنزیہی مراد لینے کی مثال

والھرة والدجاجة المخلاة و سباع الطیر و سوا کن البیوت مکروه ای سؤر ھذه الاشیاء مکروه قال المصنف فی المستصفی و یعنی من السؤر المکروه انه طاھر لکن الاولی ان یتوضا بغیره یعنی بلّی گلیوں میں پھرنے والی مرغی، چیڑ پھاڑ کرنے والے پرندوں اور گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے۔ مصنف نے مستصفی میں فرمایا، یعنی کہ وہ پاک ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے علاوہ پانی سے وضو کیا جائے۔ (بحرالرائق، ج۱ص۱۳۷طبع دارالمعرفۃ بیروت) یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی کا مرجع خلافِ اولیٰ ہے جیسا کہ رد المحتار مع در المختار میں ہے، المکروه تنزیھا و مرجعه الی ما ترکه اولی یعنی مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولیٰ کی طرف ہے۔ (ج۱ص۱۳۲طبع دارالمعرفۃ بیروت) ایسا ہی **بحرالرائق** (ج۲ص۲۰طبع دارالمعرفۃ بیروت) میں ہے، **بحرالرائق** کی اس عبارت پر **منحۃ الخالق** میں ہے، الکراھة لا بدلھا من دلیل خاص و بذلك یندفع الاشکال لان المکروه تنزیھا الذی ثبتت کراھة بالدلیل یکون خلاف الاولی ولا یلزم من کون الشی خلاف الاولی ان یکون مکروھا تنزیھا مالم یوجد دلیل الکراھة یعنی کراہت کیلئے دلیل خاص ضروری ہے اور اس سے اشکال مرتفع ہوجائے گا اس لئے کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کی کراہت دلیل سے ثابت ہو وہ خلاف اولیٰ ہوگا اور کسی چیز کے خلاف اولی ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ مکروہ تنزیہی بھی ہو، تاوقتیکہ دلیل کراہت نہ پائی جائے۔ (منحۃ الخالق علی البحر، ج۲ص۳۰۲طبع ایچ ایم سعید کمپنی)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن **فتاویٰ رضویہ** میں ارشاد فرماتے ہیں، وھو اطلاق الکراھة فی النظر و شرح النقایة و حاشیة مراقی الفلاح و غایة البیان و فتح المحقق حیث الطلق فانھا کما عرف فی محله اذا اطلقت کانت ظاھرة فی التحریم الا بصارف یعنی نظم حاشیۂ مراقی الفلاح، غایۃ البیان، فتح القدیر میں ہے کہ لفظ کراہت مطلقاً بولا جائے تو کراہت تحریمی مراد ہوگی، ہاں کوئی قرینہ صارفہ ہو تو اور بات ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۸ص۱۵۴ طبع رضا فاؤنڈیشن)

صاحب بحر حضرت علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم المصری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحر الرائق میں اسی بات کی تصریح فرماتے ہیں، اذا ذکروا مکروھا فلا بد من النظر فی دلیله فان کان نهیا ظنیا یحکم بکراهة التحریم الا لصارف للنهی عن التحریم الی الندب فان لم یکن الدلیل نهیا بل کان مفید اللترک الغیر الجازم فهی تنزیهیة یعنی جب فقہاء کرام مکروہ کا ذکر کریں تو قاری کو چاہئے کہ وہ اس کی دلیل میں غور کرے اگر وہ نہی ظنی ہو تو اس پر مکروہ تحریمی ہونے کا حکم لگایا جائیگا مگر یہ کہ ایسی دلیل آجائے جو اسکو تحریم سے ندب (مستحب) کی طرف پھیر دے اور اگر دلیل نہی نہ ہو اور کسی غیر لازم چیز کے ترک کا فائدہ دے تو وہ کراہت تنزیہی ہوگی۔ (بحر الرائق ج ۲ ص ۳۰ طبع دار المعرفۃ بیروت)

یہی تصریح حضرت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ شامی (ج ۱ ص ۱۲۱ طبع دار المعرفۃ بیروت) میں بھی فرماتے ہیں۔

لہٰذا مذکورہ عبارات اور بالخصوص صاحب بحر کی تصریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر وہ شئے مکروہ تنزیہی قرار دی جائے جس سے متعلق کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو، یا اس سے متعلق دلیل نہی نہ ہو، اور کسی غٖر لازم چیز کے ترک کا فائدہ دے۔

فتاویٰ عالمگیری میں باب العاشر فی استعمال الذهب والفضة میں جہاں عورتوں کے حق میں ان دھاتوں کی انگوٹھی کو مکروہ لکھا ہے وہاں باب العشرون فی الزینة واتخاذ الخادم للخدمة میں ان دھاتوں کے پراندے (چٹیا) اور کنگن پہننے کو صریح طور پر جائز کہا گیا ہے۔ جیسا کہ بیان گزرا۔ لہٰذا جب عورتوں کو ان دھاتوں کی دیگر اشیاء پہننے کی مطلقاً اجازت ہے تو فقط انگوٹھی کی ممانعت کہاں سے ثابت ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ عورتوں کیلئے انگوٹھی کی ممانعت پر کوئی نہی بھی موجود نہیں اور غیر لازم چیز کے ترک کا فائدہ دے رہی ہے کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ عورتوں کو ان دھاتوں کی انگوٹھی پہننا کوئی لازم فعل نہیں ہے تو اس کے ترک کا کیا فائدہ۔ اور جیسا کہ معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی کیلئے دلیل کا ہونا ضروری ہے اور عورتوں کے حق میں ممانعت کی کوئی دلیل بھی نہیں، لہٰذا اس قرینہ صارفہ کی بناء پر مذکورہ تصریح کی رو سے عورتوں کے حق میں ان دھاتوں کی انگوٹھی کو مکروہ تنزیہی تو کہا جاسکتا ہے لیکن تحریمی نہیں کہا جاسکتا۔ اور رد المحتار مع در المختار کی عبارت سے معلوم ہوا کہ مکروہ تنزیہی کا مرجع خلاف اولی ہے تو بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ عورتوں کا ان دھاتوں کی انگوٹھی پہننا صرف خلاف اولی ہے یعنی نہ پہننا بہتر ہے اور اگر پہنے تو شرعاً کوئی گرفت نہیں۔ ان المکروه تنزیها لیس بمعصیة کیونکہ مکروہ تنزیہی گناہ نہیں ہوتا اور یہ نتیجہ بھی فقط علامہ قہستانی کے قول کراہت کی بناء پر نکلا۔ ورنہ راقم الحروف کا مؤقف تو یہ ہے کہ عورتوں کا ان دھاتوں کی انگوٹھی پہننا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ کراہت تنزیہی حکم شرعی ہے اگر تنزیہی پر بھی محمول کیا جائے تو اس کیلئے دلیل شرعی کی ضرورت ہوگی۔

اور جن فقہاء کرام نے اس قول کو نقل کیا وہ قول احوط پر مبنی ہے، لیکن فی الوقت ایسی صورت حال میں اس پر عمل ممکن نہیں۔ الحدیقة الندیة میں ہے، فی زماننا هذا الایمکن الاخذ بالقول الا حوط فی الفتوی الذی افتی به الائمة وهو ما اختار الفقیه ابو الیث انه ان کان فی غالب الظن ان اکثر مال الرجل حلال جاز قبول هدیته و معالملته والالا (ملخصاً) یعنی ہمارے زمانے میں قول احوط کو لینا جس پر آئمہ کرام نے فتوی دیا ہے ممکن نہیں، اسی کو فقیہ ابو الیث نے اختیار فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کے اکثر مال کے حلال ہونے کا گمان غالب ہو تو اس کا ہدیہ قبول کرنا اور اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ (الحدیقة الندیة، ملخصاً ج ۲ ص ۲۰۷ طبع نوریہ رضویہ فیصل آباد)

علامہ خجندی کا عورتوں کے حق میں اس کو مکروہ فرمانا اپنے زمانہ کے اعتبار سے تھا اور فقہ کی دنیا کے کسی بھی طفل مکتب سے یہ امر مخفی نہیں کہ ہر مفتی اپنے دور کے عرف اور تعامل کے اعتبار سے کلام کرتے اور فتوی دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رسائل ابن عابدین میں رسالہ شرح عقد رسم المفتی میں فرماتے ہیں، لا بد من معرفة عرف زمانه و احوال اهله یعنی مفتی کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا عرف جانتا ہو اور اہل زمانہ کے احوال سے واقف ہو۔ (رسائل ابن عابدین، الجزء الاوّل، ص ۴۶ طبع مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ) اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ کیونکہ فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ والوں کے حالات ان معاملات، طور طریقے، عرف کو نہیں جانتا ہو وہ جاہل اور نادان ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اسی عقود رسم المفتی میں فرماتے ہیں، من جهل باهل زمانه فهو جاهل (ص ۴۶)

لہٰذا علامہ خجندی نے بھی اپنے دور کے اعتبار سے اسے مکروہ فرمایا۔ اور چونکہ اس وقت آرٹیفشل جیولری اور انگوٹھی کا رواج اس قدر عام ہو گیا ہے کہ نہ صرف کراچی بلکہ پاکستان کے تقریباً ہر شہر میں اسے بکثرت پہنا جاتا ہے اور نہ صرف پاکستان بلکہ راقم الحروف کی معلومات کے اعتبار سے عرب وعجم میں اور بالخصوص مشرق ومغرب کے تقریباً تمام ہی ممالک میں اور دنیا بھر میں اسے کثرت کے ساتھ پہنا اور سراہا جا رہا ہے۔ یہی وہ عرف عام وتعامل ہے جسے فقہائے کرام مذہب ارجح میں صالح تخصیص نص وترک قیاس مانتے ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں، علمائے کرام جس عرف عام کو فرماتے ہیں کہ قیاس پر قاضی ہے اور نص اس سے متروک نہ ہوگا مخصوص ہوسکتا ہے وہ یہی عرف حادث شائع ہے کہ بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۹ ص ۶۰۶) لہٰذا فی زمانہ اس کے جواز کی دو وجوہات ہوئیں:۔

اوّلاً...... تو یہ کہ آرٹیفشل انگوٹھی پہننے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ لہٰذا ابتلائے عام کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

ثانیاً...... عورتوں سے متعلق آرٹیفشل انگوٹھی کے ناجائز ہونے پر کوئی نص موجود نہیں۔

فی زمانہ عورتوں کیلئے آرٹیفشل انگوٹھی کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔ کیونکہ جس حدیث مبارکہ سے استدلال کر کے فقہائے کرام نے مردوں اور عورتوں کیلئے آرٹیفشل انگوٹھی کو مکروہ قرار دیا ہے۔اس حدیث مبارکہ سے فقط مردوں کے حق میں حرمت ثابت ہے۔

رد المحتار میں ہے، عبد اللہ بن بريدة عن ابيه ان رجلا جاء الى النبى و عليه خاتم من شبه فقال له مالى اجد منك ريح الاصنام فطرحه ثم جاء و عليه خاتم من حديد فقال مال اجد عليك حلية اهل النار فطرحه فقال يا رسول الله من اى شى اتخذه قال اتخذه من ينوى ولا تتمه مثقالا فعلم ان التختم بالذهب والحديد والصفر حرام فالحق اليشب بذلك لانه قد يتخذ منه الاصنام فاشبه الشبه الذى هو منصوص معلوم بالنص اتقانى والشبه محركا النحاس الاصفر (ردالمحتار مع درالمختار ج۹ ص۵۹۴ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جمہور فقہاء نے اس حدیث سے مردوں کیلئے حرمت ثابت کی ہے۔ طحطاوی علی الدر میں بھی ہے بلکہ خود علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ الہادی نے رد المحتار میں اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا، فالحاصل ان التختم بالفضة حلال للرجال بالحديث و بالذهب والحديد والصفر حرام عليهم بالحديث یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث شریف کی رو سے چاندی کی انگوٹھی مردوں کیلئے حلال ہے اور سونا، لوہا، پیتل مردوں کیلئے حرام ہے۔ (ردالمحتار مع درالمختار ج۹ ص۵۹۴ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

رہا عورتوں کے حق میں آرٹیفشل انگوٹھی کا حکم تو یہ جاننا چاہئے کہ عورتوں کے حق میں انگوٹھی کی حرمت منصوص نہیں بلکہ جس حدیث شریف سے فقہائے کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے مردوں کیلئے کراہت کو ثابت کیا ہے اس میں عموم علت کا اعتبار کرتے ہوئے عورتوں کو بھی داخل کرلیا گیا، لہٰذا آرٹیفشل انگوٹھی کی کراہت عورتوں کے حق میں قیاسی ہے اور دوسری طرف عورتوں میں آرٹیفشل جیولری مع انگوٹھی میں تعامل ہوگیا ہے اور جیسا کہ ہم نے لکھا ہے عرف عام کی وجہ سے نص میں تخصیص اور قیاس کو چھوڑا جاسکتا ہے بالکل اسی طرح تعامل کی وجہ سے بھی نص میں تخصیص اور قیاس کو چھوڑا جاسکتا ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ الہادی رسائل ابن عابدين میں رسالہ شرح العقود رسم المفتى میں فرماتے ہیں، والتعامل حجة يترك به القياس و يخص به الاثر یعنی تعامل ایسی حجت ہے کہ اس کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور روایت میں تخصیص کرلی جاتی ہے۔ (رسائل ابن عابدین، الجزء الاول، ص۷ ہ طبع مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ)

اگر فی زمانہ اسی موقف پر قائم رہا جائے اور اس کے استعمال کو مکروہ اور اس کو پہن کر نماز کو مکروہ تحریمی قرار دیا جائے تو عورتوں کی اکثریت ہے جو اس پر قائم اور عامل نظر آتی، تو یہ سب گنہگار اور اپنی نمازوں کو برباد کرنے والی قرار پائیں گی جو کہ بہت بڑا حرج عظیم ہوگا۔

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن **فتاوی رضویہ** میں اپنے رسالہ حقۃ المرجان لمھم حکم الدخان میں حقہ پینے سے متعلق ابتلا عام ہوجانے پر ارشاد فرماتے ہیں، ایسی حالت میں کہ عجماً وعرباً شرقاً وغرباً عام مؤمنین بلاد و بقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامۂ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملت حنفیہ سمحہ سہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی، اسی طرح علامہ جزری نے **العقود الدریۃ** میں اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین یعنی اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے۔ (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ہماری اس سے مراد یہ نہیں کہ عام مسلمان اگر کسی حرام میں مبتلا ہوجائیں تو وہ حلال ہوجاتا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ عموم بلویٰ شرعی طور پر اسباب تخفیف میں سے ہے، کوئی تنگی نہیں جس میں وسعت نہ پیدا ہو، جب یہ معاملہ ایک اختلافی مسئلہ میں واقع ہوا تو مسلمانوں کو تنگی سے بچانے کیلئے آسانی کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں کہ جیسے یہ ضابطہ طہارت و نجاست میں جاری ہے ایسے ہی حرمت واباحت میں بھی جاری ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۵ ص ۸۹ طبع رضا فاؤنڈیشن)

لہٰذا جہاں شریعت نے نرمی اور رُخصت کا پہلو رکھا ہے اس سے پورا استفادہ کر کے عوام کو گناہوں سے اور بدظن ہونے سے بچایا جائے گا۔ یہی حکم شریعت اور صاحب شریعت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ **فتح القدیر** میں ہے، و قولہ یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر فیہ ان ھذا مقصد من مقاصد الرب سبحانہ و مراد من مراداتہ فی جمیع امور الدین و مثلہ قول تعالیٰ وما جعل علیکم فی الدین من حرج و قد ثبت عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یرشد الی التیسیر و ینھی عن التعسیر کقولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا و ھو فی الصحیح والیسر السھل الذی لا عسر فیہ یعنی اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ یہی ربّ سبحانہ کے مقصدوں میں ایک مقصد ہے اور دین کے تمام امور میں اُسکی یہی مراد ہے۔ اسکی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی۔ اور تحقیق ثابت ہوا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، آسانیاں پیدا کرو تنگیاں پیدا مت کرو اور خوشخبریاں سناؤ اور نفرت مت دِلاؤ اور یہی درست ہے اور نرمی وہ آسانی ہے جس میں تنگی نہ ہو۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۸۳ طبع دار الفکر بیروت)

عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں، القاعدة الثالثة المشقة تجلب التيسير الاصل في هذه القاعدة قوله تعالىٰ يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر و قوله تعالىٰ وما جعل عليكم في الدين من حرج و قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعثت بالحنيفية السمحة اخرجه احمد في مسنده من حديث جابر بن عبد الله و من حديث ابي امامة والديلمي و في مسند الفردوس من حديث عائشة رضي الله عنها و احرج احمد في مسنده والطبراني والبزار وغيرهما عن ابن عباس قال قيل يا رسول الله اى الاديان احب الى الله قال الحنيفية السمحة واخرجه البزار من وجه آخر بلفظ اى الاسلام وروى الطبراني في الاوسط من حديث ابي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه ان احب الدين الى الله الحنيفية السمحة و روى الشيخان و غيرهما من حديث ابي هريرة وغيره انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين و حديث يسروا ولا تعسروا۔ و روى احمد من حديث ابي هريرة مرفوعا ان دين الله يسر ثلاثاً و روى ايضا من حديث الاعرابي بسند صحيح ان خير دينك ايسره ان خير دينكم ايسره و روى ابن مردوية من حديث محجن بن الادرع مرفوعاً ان الله انما اراد بهذه الامة اليسر ولم يرد بهم العسر وروى الشيخان عن عائشة رضي الله عنها ما خير رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بين امرين الا اختار ايسرهما مالم يكن اثما و روى الطبراني عن ابن عباس مرفوعا ان الله شرع الدين فجعله سهلا سمحا واسعا ولم يجعله ضيقا قال العلماء يتخرج على هذه القاعدة جميع رخص الشرع و تخفيفاته (الشباہ والنظائر ج ا ص ٧٦ طبع دار الکتب العلمیۃ) یعنی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کا یہی مفہوم ہے کہ اللہ بندوں پر آسانیاں چاہتا ہے اس لئے اس نے دین میں تنگی نہ رکھی بلکہ اس کا پسندیدہ دین وہ ہے جو سیدھا اور معتدل ہو۔ اسی لئے ارشاد فرمایا، ان الدين عند الله الاسلام اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہی دین ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ ہم نے تم کو آسانیاں پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے تنگیاں پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ اور ایک روایت میں تو ارشاد فرمایا کہ اللہ اس اُمت پر نرمی و آسانی چاہتا ہے تنگی و دشواری نہیں چاہتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی دو کاموں میں سے کسی کام کو اختیار فرمایا تو جو دونوں میں زِیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے، ایک روایت میں ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے آسان، معتدل اور کشادہ دین کی راہ ڈالی اور تنگی نہ بنائی۔ اسی قاعدہ کے تحت علمائے کرام شریعت کے مسائل میں رخصت اور تخفیف فرماتے ہیں۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شریعت میں بندوں کے تعامل وضرورت، تنگی ومشقت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، اسی وجہ سے فقہ میں ایسے اصول وقوائد موجود ہیں جن کی وجہ سے حاجات کے تحت شرعی احکام میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ جیسا کہ صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **فتاویٰ امجدیہ** میں ارشاد فرماتے ہیں، **بعض احکام ظنیہ میں مصلحت یا ضرورت یا عموم بلوی وغیرہ وجوہ سے علماء کرام نے زیادت ونقص وخلاف کا حکم دیا ہے اوراس کے نظائر کتب فقہ میں کثیر ہیں کہ متقدمین نے ایک قول پر فتویٰ دیا اور متاخرین نے اس کے خلاف پر۔** بعض احکام کہ مرور زمانہ سے متبدل ہوگئے۔ اور جو مسائل زمانہ کی وجہ سے بدل گئے ان کی چند مثالیں پیش فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں عورتوں کو مسجد سے روکنا منع تھا کہ ارشاد فرمایا، اذا استاذنت احدکم امراته الی المسجد فلا یمنعها جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے۔ رواہ البخاری و مسلم و نسائی عن ابن عمر رضی اللہ عنهما و فی روایة احمد و ابو داؤد عنه و عن ابی هریره رضی اللہ تعالیٰ عنهم بهذا اللفظ۔ لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ یعنی اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجد سے نہ روکو۔ مگر جب حالت زمانہ متغیر ہوگئی اور صلاح فساد سے متبدل ہوا تو خود امّ المؤمنین صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں، لو رای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ما احدث النساء فی زماننا لمنعهن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل یعنی اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کو دیکھا ہوتا جن کو ہمارے زمانہ کی عورتیں کرتیں ہیں۔ تو ان کو مسجدوں سے منع فرمادیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجدوں سے روک دی گئیں۔ پھر اور زمانہ بدلا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوان عورتوں کو مطلقاً اور بوڑھیوں کو بعض اوقات میں منع فرمایا۔ پھر اور بدلا تو متاخرین نے عورتوں کو مطلقاً منع فرمادیا۔ اوراب اسی پر عمل ہے۔ درمختار میں ہے، و یکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة و عید و وعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان **جوهرة** میں ہے، والفتوی الیوم علی الکراهة فی الصلوات کلها لظهور الفسق فی هذا الزمان مگر یہ حقیقۃً مخالف نہیں بلکہ عین مقصد شارع ہے کہ شریعت مطہرہ کے اصول میں سد باب فتنہ ہے جو چیز ایک وقت میں سبب فتنہ نہ تھی اور اب منجر الی فتنہ ہے تو اس سے روکا جائے گا۔ اسی وجہ سے جب اس مذہب مفتی بہ پر صاحب **بحر** نے اعتراض کیا کہ یہ تو نہ امام اعظم کا مذہب ہے نہ صاحبین کا۔ و قد یقال هذه الفتوی التی اعتمدها المتا خرون مخالفة لمذهب الامام وصاحبیه فانهم نقلوا ان الشابة تمنع مطلقا اتفاقا واما العجوز فلها حضور الجماعة ثم ابی حنیفة فی الصلاة الا فی الظهر والعصر والجمعة یخرج العجائز فی الصلاة کلها کما فی الهدایة والمجمع و غیرهما فالا فتاء بمنع العجوز فی الکل مخالف للکل فالا عتماد علی مذهب الامام تو صاحب **نہر** نے

جواب دیا کہ یہ امام کے مذہب سے مستفاد ہے۔ لہٰذا قول امام ہی قرار دیا جائیگا۔ عبارت نہر یہ ہے، وفيه نظر بل هو ماخوذ من قول الامام و ذالك انه انما منعها لقيام العامل و هو فرط الشهوة بناء على ان الفسقة لا ينتشرون فى المغرب لانهم بالطعام مشغولون فى الففر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارهم فى هذا الاوقات لغلبة فسقهم كما فى زماننا بل تعديهم ايام كان لا منع فيها اظهر من الظهر اس سے معلوم ہوا کہ قول مقصد شرع کے بالکل مطابق ہے اور اسے مخالفت حدیث بھی نہ کہیں گے۔ اسی طرح اذان ثانی اور تھویب کا مسئلہ۔ تھویب کو متقدمین نے بدعت فرمایا تھا مگر متاخرین نے جائز بلکہ مستحب و مستحسن فرمایا: درمختار میں ہے، ويثوب بين الاذان والاقامة فى الكل للكل - ردالمحتار لظهور التوانى فى الامور الدينية قال فى العناية احدث المتأخرون التثويب بين الاذان والاقامة على حسب ما تعارفوه فى جميع الصلوات سوى المغرب مع ابقاء الاول يعنى الاصل و هو تثويب الفجر وما رآه المسلمون حسنا فهو ثم الله حسن یونہی مساجد کی آرائش اوران کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش ونگار کہ اگلے زمانہ میں نہ تھا بلکہ حدیث میں فرمایا، لتزخرفنها كما زخرفت اليهود والنصارى تم مسجدوں کی آرائش کروگے جس طرح یہود ونصاریٰ نے آرائش کی ہے۔ (رواہ ابوداؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

مگر اب دِلوں کی وہ حالت نہ رہی ظاہری زیب وزینت سے اثر پیدا ہوتا ہے لہٰذا علماء نے جواز کا حکم دیا۔

تبيين الحقائق میں ہے، لا يكره نقش المسجد بالجص وماء الذهب یونہی مساجد کیلئے کنگرے بنانا کہ صدر اول میں نہ تھا۔ بلکہ احادیث میں ارشاد ہوا، اتخذوا المساجد واتخذوها جمار رواه ابن ابى شيبه والبيهقى فى السنن عن انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه یعنی مسجدیں مُنڈی بناؤ ان میں کنگرے نہ رکھو مگر مسلمانوں میں رائج ہے۔ وما رآء المسلمون حسنا فهو ثم الله حسن یعنی جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔

یو ہیں تعلیم علم دین وامامت واذان پر اُجرت لینا دینا ممنوع وحرام تھا۔ حدیث میں ارشاد ہوا، واتخذ موذنا لا ياخذ على اذانه اجرا مؤذن ایسا مقرر کرو جو اذان پر اجرت نہ لے۔ رواه الامام احمد و ابو داؤد و نسائى عن عثمان بن ابى العاص رضى الله تعالىٰ عنه اور حدیث میں ہے، اقرا والقرآن والا ناكلوابه قرآن پڑھو اور اسکے بدلے نہ کھاؤ۔ هدایة میں ہے، ولا يجوز الا ستيجار على الاذان والحج و كذا الامامة و تعليم القرآن وانفقه مگر جب متاخرین نے دیکھا کہ علم دین ضائع ہو جائے گا نماز وجماعت میں کمی واقع ہوگی تو جواز کا فتویٰ دیا۔

هدایۃ میں ہے، و بعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانه ظهر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن و علیه الفتوی۔

در مختار میں ہے، ولا جل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة و تعلیم القرآن والفقه ویفتی الیوم بصحتها التعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان و یجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم تذکر مدة شرح و هبانیة من الشرکة ۔

طحطاوی میں ہے، قوله و یفتی الیوم بصحتها ای فی هذا الزمان لظهور التوانی فی الامور الدنیا وهذا مذهب المتاخرین من مشائخ بلخ استحسنوا ذلك و قالوا بنی اصحابنا المتقدمون الجوا علی ما شاهدوا من قلة الحفاظ و رغبة الناس فیهم و كان لهم عطیات من بیت المال و افتقاد المتعلمین فی مجازاة للاحسان بالاحسان من غیر شرط مرؤة لیعینوهم علی معاشهم و معادهم و كانون یفتون بوجوب التعلیم خوفا من ذهاب القرآن و تحریضا علی التعلیم حتی ینهضوا الاقامة الواجب فیکثر حفاظ القرآن و اما الیوم فذهب ذلك كله واشتغل الحفاظ بمعاشهم و قل من یعمل حسبة لا یتفرغون له ایضا فان حاجتهم تمنعهم من ذلك فلولم یفتح لهم باب التعلیم بلاجر لذهب القرآن فافتوا بجوازه لذلك و راوه حسنا و قالو الاحکام تختلف باختلاف الزمان

یہ چند نظائر بیان میں آئے جن میں تبدل زمان سے حکم مختلف ہوگیا اور جس نے کلمات علماء کا تتبع کیا وہ جانتے ہیں کہ کلام علماء میں اس کی بہت سی نظیریں ملیں گی کہ زمانہ سابق میں اور حکم تھا اور اب کچھ اور طحطاوی کا یہ جملہ و قالو الاحکام تختلف باختلاف الزمان ۔ اس مضمون پر کافی روشنی ڈالتا ہے نیز جواھر الاخلاطی میں ہے، هو وان كان احد اثا وهو بدعة حسنة و كم من شئ یختلف باختلاف الزمان والمكان مگر حقیقۃً ان سب صورتوں میں تبدیل احکام نہیں بلکہ الضرورات تبیح المحذورات پر نظر ہے۔یا اذا ابتلی ببلیتین فلیختر ا هو نهما کا لحاظ ایسے امور کی طرف داعی ہوتا ہے، یا اختلاف زمانہ و مصالح مسلمین ان کی مقتضی ہوتی ہیں کہ یہ حالت اگر زمانہ متقدم میں پائی جاتی تو اس وقت بھی یہی حکم ہوتا جواب ہے اور متقدمین بھی اسی پر فتوے دیتے جس پر متاخرین نے دیا۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج ۳ ص ۱۵۹ تا ۱۶۴ طبع مکتبہ رضویہ)

اور یہی فقہ کا اصول بھی ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے، لا ینكر تغیر الاحکام بتغیر الازمان یعنی زمانہ کی تبدیلی کے سبب احکام کی تبدیلی کا انکار نہیں کیا جائے گا۔ ردالمحتار، فتاویٰ عالمگیری اور صاحب بحر حضرت علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم المصری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں، و كم من شئ یختلف باختلاف الزمان والمكان بہت سی چیزیں زمان و مکان کے اختلاف سے مختلف ہوجاتی ہیں۔ (بحر الرائق، ج ۸ ص ۲۲ طبع دار المعرفۃ بیروت)

آگے مثال پیش کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، فالاجرة على المعلم قال رحمة الله والفتوى اليوم على جواز الاستئجار لتعليم القرآن و هذا مذهب المتأخرين من مشايخ بلخ استحسنوا ذلك وقالو بنى اصحابنا المتقدمون الجواب على ما شاهدوا من قلة الحفاظ و رغبة الناس فيهم ولان الحفاظ والمعلمين كان لهم عطايا فى بيت المال وافتقادات من المتعلمين فى مجازات التعليم شرط وهذا الزمان قل ذلك واشتغل الحفاظ بمعائشم فلولم يفتح لهم باب التعليم بالاجر لذهب القرآن فافتوا بالجواز والاحكام تختلف باختلاف الزمان وكان محمد ابن الفضل يفتى بان الاجرة تجب ويحبس عليها یعنی خلاصہ عبارت زمانہ کی تبدیلی اور حالات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تعلیم پر اُجرت کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا۔ (ج۸،ص۲۳۱)

حضرت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسائل ابن عابدین میں رسالہ شرح عقد رسم المفتی میں ایسے۲۲ مسائل (جو زمانہ کی وجہ سے بدل گئے) بیان فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں، فهذا كلها قد تغيرت احكامها لتغير الزمان اما للضرورة و اما للعرف و اما القرائن الاحوال و كل ذلك غر خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لو كان فى هذا لزمان لقال بهاولو حدث هذا التغير فى زمانه لم ينص على خلافها یعنی یہ سب وہ مسائل ہیں جو زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے بدل چکے ہیں اور احکام کی تبدیلی کی بنیاد یا تو ضرورت ہے یا عرف و عادت یا قرائن احوال اور یہ سب بدلے ہوئے احکام فقہ حنفی سے خارج نہیں ہیں کیونکہ صاحب مذہب اگر اس زمانہ میں ہوتے تو وہ بھی ضرور یہی فرماتے اور اگر حالات کا یہ تغیر خود ان کے زمانہ میں واقع ہوتا تو وہ خود بھی ان احکام کے خلاف تصریح نہ فرماتے۔ (ص۲۲) اور یہ احکام فقط زمانہ کی وجہ سے تبدیلی نہیں ہوئے بلکہ ان کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن **فتاویٰ رضویہ** میں اپنے رسالہ اجلى الاعلام ان الفتوى مطلقا على قول الامام کے پانچویں مقدمہ میں قول کی دو قسمیں صوری اور ضروری سے متعلق کلام فرمائے ہوئے اسباب ستہ مرقوم فرماتے ہیں جن سے قول امام بدل جاتا ہے اور ایسی صورت میں قول صوری کو اختیار کرنے میں مخالفت اور ضروری کو اختیار کرنے میں موافقت ہوتی ہے: اسباب ستہ درج ذیل ہیں:۔ (۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عرف (٤) تعامل (٥) اہم مصلحہ (٦) فساد......

اور یہ اسلئے ہے کہ ضرورتوں کا استثناء حرج کا دفع کرنا اور مصالح دینیہ کی رعایت جو زیادہ مفاسد سے خالی ہوں اور مفاسد کو دور کرنا، عرف کو اختیار کرنا اور تعامل پر عمل کرنا یہ ایسے شرعی قواعد کلیہ ہیں جو سب کو معلوم ہیں اور آئمہ یا تو ان کی طرف مائل ہیں یا ان کے قائل ہیں یا ان پر اعتماد کرتے ہیں اگر کسی مسئلہ میں امام کی نص موجود ہو اور پھر یہ مغیرات پائے جائیں تو ہم قطعی طور پر یہ جان لیں گے کہ اگر یہ امور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عہد میں ہوتے تو آپکا قول انکے مقتضاء پر ہوتا نہ کہ انکے خلاف، تو ایسی صورت میں ان کے ضروری قول پر عمل ہے، نہ یہ کہ آپکے منقول قول پر جمود ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج اص ۱۰ اطبع رضا فاؤنڈیشن)

چوتھی قسم تعامل کی ایک مثال علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عقد رسم المفتی میں بیان فرماتے ہیں، رسائل ابن عابدین میں ہے،

قال فی الذخیرة فی الفصل الثامن من الاجارات فی مسئلة مالو دفع الی حائك غزه لینجه بالثلث و مشایخ بلخ نصیر بن یحییٰ و محمد بن سلمة وغیرهما كانوا یجیزون هذه الاجارة فی الثیاب لتعامل اهل بلدهم فی الثیاب للتعامل بمعنی تخصیص النص الذی ورد فی قفیز الطحان لان لنص ورد قفیز الطحان لا فی الحایك الا ان الحایك نظیره فیكون واردا فیه ولا لة فتی تركنا العمل بده لة هذا النص فی الحایك و عملنا بالن فی قفیز الطحان كان تخصیصا لا تركا اصلا وتخصیص النص التعامل جائز الاتری انا جوزنا الاستصناع للتعامل والاستصناع بیع مالیس عنده و انه منهی عنه و تجویز الاستصناع بالتعامل تخصیص اصلا لا ناعملنا بالنص فی الاستصناع قالوا هذا بخلاف مالو تعامل اهل بلدة قفیز الطحان فانه لا یجوز ولا تكون معاملتهم معتبرة لانا لواعتبرنا معاملتهم كان تركا للنص اصلا و بالتعامل لا یجوز ترك النص اصلا و انما یجوز تخصیصه ولا كن مشایخنا لم یجوزوا هذا لتخصیح لا نا ذلك تعامل اهل بلدة واحدة وتعامل اهل بلدة واحدة لا یخص الا ثرلان تعامل اهل بلدة ان اقتصنی ان یجوز التخصیص بالشك بخلاف التعامل فی الاستصناع فانه و جد فی البلاد كمها انتهی كلام الذخیرة

یعنی ذخیرہ میں کتاب الاجارہ کی آٹھویں فصل میں جہاں یہ مسئلہ بیان ہوا کہ اگر کسی نے کاتنے کیلئے سوت دیا اور اُجرت کے طور پر تیار کپڑے کا تہائی مقرر کرلیا وہاں بلخ کے مشائخ جیسے نصیر بن یحییٰ محمد بن سلمہ اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات کپڑوں میں اس اجارہ کو جائز کہتے ہیں کیونکہ ان کے علاقے میں اس کا تعامل ہے اور تعامل ایک ایسی حجت ہے کہ اس کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور روایت میں تخصیص کرلی جاتی ہے اور کپڑوں کی بنائی میں تعامل کی وجہ سے اس اجارہ کو جائز قرار دینے کا مطلب اس حدیث میں تخصیص کرنا ہے جو قفیز طحان کے بارے میں وارد ہوئی ہے اس لئے کہ وہ حدیث آٹا پیسنے والے پیمانہ کے

بارے میں وارد ہوئی ہے کپڑا بننے والے کے بارے میں نہیں۔ یہ اس کی نظیر ہے اسلئے وہ حدیث دلالۃ اسکے بارے میں بھی ہوگی پھر جب ہم نے کپڑا بننے والے کے حق میں اس حدیث پر عمل نہ کیا اور آٹا پیسنے والے کے پیانے کے بارے میں اس حدیث پر عمل کیا تو یہ حدیث میں تخصیص ہوئی حدیث کو چھوڑنا نہ ہوا اور تعامل کیوجہ سے حدیث کی تخصیص جائز ہے۔ جس طرح ہم استصناع کو جائز کہتے ہیں حالانکہ اس میں ایسی چیز کا بیچنا جو بائع کے پاس نہیں ہے اور ایسی چیز کے بیچنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے اور تعامل کی وجہ سے استصناع کو جائز قرار دینا اس حدیث میں تخصیص کرنا جو اس چیز کو بیچنے کی ممانعت کے بارے میں آئی ہے جو آدمی کے پاس نہیں ہے۔ حدیث کو چھوڑنا نہیں کیونکہ ہم استصناع کے علاوہ دیگر جزئیات میں اس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ بات اس صورت سے جب کسی علاقہ میں قفیز طحان ہی کا رواج ہو جائے تو وہ جائز نہ ہوگا اور ان لوگوں کا معاملہ معتبر نہ سمجھا جائیگا اسلئے کہ اگر ہم ان کے معاملہ کو معتبر مان لیں تو حدیث کو بالکلیہ چھوڑنا ہوگا اور تعامل کی وجہ سے حدیث کو چھوڑنا قطعاً جائز نہیں صرف تخصیص جائز ہے لیکن ہمارے علماء نے اس تخصیص کو جائز قرار نہیں دیا کیونکہ کپڑوں کی بنائی کا یہ معاملہ ایک خاص علاقہ کے لوگوں کا معاملہ ہے اور ایک علاقہ کے لوگوں کا تعامل حدیث میں تخصیص پیدا نہیں کرتا اسلئے کہ ایک علاقہ کے لوگوں کا تعامل اگر تخصیص کو چاہے گا تو دوسرے علاقہ میں اس کا عدم تعامل تخصیص کو روک دے گا۔ پس شک کی وجہ سے تخصیص ثابت نہ ہوگی اور استصناع کا معاملہ اس سے مختلف ہے کیونکہ وہ تمام علاقوں کا تعامل ہے۔ (رسائل ابن عابدین الجزء الاول ص ۴۷ مکتبہ عثمانیہ)

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **رسائل ابن عابدین** میں رسالہ **نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف** میں ذخیرۃ کے حوالے سے فرماتے ہیں، اذا اشتری ثمار بستان و بعضها قد خرج و بعضها لم یخرج فهل یجوز هذا البیع ظاهر المذهب انه لا یجوز و کان شمس الائمة الحلوانی یفتی بجوازه فی الثمار والباذنجان والبطیخ وغیر ذلك و کان یزعم انه مروی عن اصحابنا یعنی جب باغ اس حالت میں خریدا کہ اس کا کچھ پھل ظاہر ہوا اور کچھ نہ ظاہر ہوا تو کیا یہ جائز ہوگا تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ ناجائز ہے، حالانکہ شمس الائمہ حلوانی پھلوں، بینگن، تربوز وغیرہ میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہ جواز ہمارے اصحاب سے مروی ہے۔ (رسائل ابن عابدین الجزء الثانی، ص ۱۳۹ مکتبہ عثمانیہ)

بحرالرائق میں ہے، استحسن فیه لتعامل الناس فانهم تعاملوا بیع ثمار الکرم بهذه الصفة ولهم فی ذلك عادة ظاهرة و فی نزع الناس عن عاداتهم حرج یعنی لوگوں کے تعامل کی وجہ سے انہوں نے اس کو پسند کیا کیونکہ وہ انگوروں کے پھل کا اسی حالت میں لین دین کرتے ہیں اور لوگوں کی یہ عادت معروف ہے جب کہ لوگوں کی عادت چھڑانا حرج کی بات ہے۔ (بحرالرائق، ج ۵ ص ۵۲۵ طبع دارالمعرفۃ بیروت)

بالخصوص اس عبارت سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی عادت چھڑانا بہت مشکل اور حرج پر مبنی ہے لہٰذا فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسی صورت میں قیاس کو ترک اور نص میں تخفیف فرما کر عرف اور تعامل وغیرہ کی وجہ سے جواز کا فتویٰ عنایت فرماتے تھے۔

چونکہ رَدُّ الْمُحْتَار مع دُرِّ مُخْتَار میں ہے، الفتوی علی عادة الناس یعنی کہ فتویٰ لوگوں کی عادت پر ہوگا۔
(ردالمحتار مع درمختار، ج ۵ ص ۸۷ طبع دار الفکر بیروت)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں، بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر کرتی ہے کہ جہاں جیسا عرف ہو شرع اس کا لحاظ فرما کر ویسا ہی حکم دیتی ہے، اصل حکم شرع ہی کیلئے ہوا اور اس کے معتبر رکھنے سے وہاں عرف کا اعتبار ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵ ص ۷۵۵ طبع رضا اکیڈمی بمبئی)

لہٰذا اب چونکہ عورتوں کا جیولری کے ساتھ انگوٹھی پہننے پر ابتلاء عام ہو چکا ہے، لہٰذا ہمارے زمانہ کے اعتبار سے ان دھاتوں کی بنی ہوئی آرٹیفشل (Artificial) انگوٹھی کا پہننا تعامل کی وجہ سے جائز ہے۔

والله تعالیٰ اعلم و رسوله' اعلم عزّوجل و صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

عبده المذنب المفتقر الیٰ رحمة الله الباری

ابو رضا محمد راشد القادری العطّاری عفی عنه

کـــــتـــــبـــــه

۱۰ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ 5 مارچ 2006ء